# ٱلضُّحَىٰ Ad-Duha

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

**In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful**

## Name

The Surah takes its name *Ad-Duha* from the very first word.

## Period of Revelation

Its subject matter clearly indicates that it belongs to the early period at Makkah. Traditions also show that the revelations were suspended for a time, which caused the Prophet (peace be upon him) to be deeply distressed and grieved. On this account he felt very anxious that perhaps he had committed some error because of which his Lord had become angry with him and had forsaken him.

Thereupon he was given the consolation that revelation had not been stopped because of some displeasure but this was necessitated by the same expediency as underlies the peace and stillness of the night after the bright day, as if to say: If you had continuously been exposed to the intensely bright light of revelation (*wahii*), your nerves could not have endured it. Therefore, an interval was given in order to afford you peace and tranquility. This state was experienced by the Prophet (peace be upon him) in the initial stages of the Prophethood when he was not yet accustomed to hear the intensity of revelation. On this basis, observance of a pause in between was necessary. This we have already explained in the introduction to Surah Al-Muddaththir and also in E.N. 5 of Surah Al-Muzzammil we have explained what great burden of the coming down of revelation he had to bear. Later, when the Prophet (peace be upon him) developed the power to bear this burden, there was no longer any need for long gaps.

## Theme and Subject Matter

Its theme is to console the Prophet (peace be upon him) and its object to remove his anxiety and distress, which he had been caused by the suspension of revelation. First of all, swearing an oath by the bright morning and the stillness of night, he has been reassured, so as to say: Your Lord has not at all forsaken you, nor is he displeased with you. Then, he has been given the good news that the hardships that he was experiencing in the initial stages of his mission, would not last long, for every later period of life for him would be better than the former period, and before long Allah would

**bless him so abundantly that he would be well pleased. This is one of the express prophecies of the Quran, which proved literally true, afterwards, whereas when this prophecy was made there seemed not to be the remotest chance that the helpless and powerless man who had come out to wage a war against the ignorance and paganism of the entire nation, would ever achieve such wonderful success.**

**Then, addressing His Prophet (peace be upon him) Allah says: O My dear Prophet, what has caused you the anxiety and distress and perception that your Lord has forsaken you, and that We are displeased with you? Whereas the fact is that We have been good to you with kindness after kindness ever since the day of your birth. You were born an orphan, We made the best arrangement for your upbringing and care; you were unaware of the way, We showed you the way; you were indigent, We made you rich. All this shows that you have been favored by Us from the very beginning and Our grace and bounty has been constantly focused on you. Here, one should also keep in view verses 37-42 of Surah TaHa, where Allah, while sending the Prophet Moses (peace be upon him) to confront a tyrant like Pharaoh, encouraged and consoled him, saying: We have been looking after you with kindness ever since your birth; therefore, you should be satisfied that you will not be left alone in this dreadful mission. Our bounty will constantly be with you.**

**In conclusion, Allah has instructed His Prophet (peace be upon him) telling him how he should treat the creatures of God to repay for the favors He has done him and how he should render thanks for the blessings He has bestowed on**

him.

## نام

پہلے ہی لفظ والضحیٰ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

## زمانۂ نزول

اس کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ یہ مکۂ معظمہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا تھا جس سے حضور سخت پریشان ہو گئے تھے اور بار بار آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہو رہا تھا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا جس کی وجہ سے میرا رب مجھ سے ناراض ہوگیا ہے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر آپ کو اطمینان دلایا گیا کہ وحی کے نزول کا سلسلہ کسی ناراضی کی بنا پر نہیں روکا گیا تھا، بلکہ اس میں وہی مصلحت کارفرما تھی جو روزِ روشن کے بعد رات کا سکون طاری کرنے میں کارفرما ہے۔ یعنی وحی کی تیز روشنی اگر آپ پر برابر پڑتی رہتی تو آپ کے اعصاب اسے برداشت نہ کر سکتے۔ اس لیے بیچ میں وقفہ دیا گیا تاکہ آپ کو سکون مل جائے۔ یہ کیفیت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نبوت کے ابتدائی دور میں گزرتی تھی جبکہ ابھی آپ کو وحی کے نزول کی شدت برداشت کرنے کی عادت نہیں پڑی تھی، اس بنا پر بیچ بیچ میں وقفہ دینا ضروری ہوتا تھا۔ (نزول وحی کا کس قدر شدید بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعصاب پر پڑتا تھا اس کے لیے دیکھیے مضمون سورۂ مدثر اور مطالعہ کیجیے سورۂ مزمل) بعد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر اس بار کو برداشت کرنے کا تحمل پیدا ہوگیا تو طویل وقفے دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

## موضوع اور مضمون

اس کا موضوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینا ہے اور مقصد اُس پریشانی کو دور کرنا ہے جو نزولِ وحی کا سلسلہ رک جانے سے آپ کو لاحق ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے روزِ روشن اور سکونِ شب کی قسم کھا کر آپ کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو ہرگز نہیں چھوڑا ہے اور نہ وہ آپ سے ناراض ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ کو خوشخبری دی گئی ہے کہ دعوتِ اسلامی کے ابتدائی دور میں جن شدید مشکلات سے

آپ کو سابقہ پیش آرہا ہے یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ آپ کے لیے ہر بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہوتا چلا جائے گا اور کچھ زیادہ دیر نہ گزرے گی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی عطا و بخشش کی ایسی بارش کرے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔ یہ قرآن کی ان صریح پیشگوئیوں میں سے ایک ہے جو بعد میں حرف بحرف پوری ہوئیں، حالانکہ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی اس وقت کہیں دور دور بھی اس کے آثار نظر نہ آتے تھے کہ مکہ میں جو بے یار و مددگار انسان پوری قوم کی جاہلیت کے مقابلے میں برسرِپیکار ہو گیا ہے اسے اتنی حیرت انگیز کامیابی نصیب ہو گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا ہے کہ تمہیں یہ پریشانی کیسے لاحق ہو گئی کہ ہم نے تمہیں چھوڑ دیا ہے اور ہم تم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ ہم تو تمہارے روزِ پیدائش سے مسلسل تم پر مہربانیاں کرتے چلے آرہے ہیں۔ تم یتیم پیدا ہوئے تھے، ہم نے تمہاری پرورش اور خبرگیری کا بہترین انتظام کر دیا۔ تم ناواقفِ راہ تھے، ہم نے تمہیں راستہ بتایا۔ تم نادار تھے، ہم نے تمہیں مالدار بنایا۔ یہ ساری باتیں صاف بتا رہی ہیں کہ تم ابتدا سے ہمارے منظورِ نظر ہو اور ہمارا فضل و کرم مستقل طور پر تمہارے شاملِ حال ہے۔ اس مقام پر سورۃ طٰہٰ آیات 37 تا 42 کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے جبار کے مقابلہ میں بھیجتے وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی دور کرنے کے لیے انہیں بتایا ہے کہ کس طرح تمہاری پیدائش کے وقت سے ہماری مہربانیاں تمہارے شاملِ حال رہی ہیں، اس لیے تم اطمینان رکھو کہ اس خوفناک مہم میں تم اکیلے نہ ہو گے بلکہ ہمارا فضل تمہارے ساتھ ہو گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا ہے کہ جو احسانات ہم نے تم پر کیے ہیں ان کے جواب میں خلقِ خدا کے ساتھ تمہارا برتاؤ کیا ہونا چاہیے، اور ہماری نعمتوں کا شکر تمہیں کس طرح ادا کرنا چاہیے۔

| | | |
|---|---|---|
| بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔ | In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful. |
| وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ | قسم ہے صبح کی روشنی کی۔ *1 | 1. By the morning brightness. *1 |

*1 Here, the word *duha* has been used in contrast to the night; therefore, it implies the bright hours of the day. A precedent of it are verses 97-98 of Surah Al-Aaraf, which say: Do the people of the settlements now feel secure that Our punishment will not come to them all of a sudden at night, while they might be fast asleep? Or, do they feel secure that Our punishment will not smite them all of a sudden during the day while they might be engaged in pastimes?" In these verses also since the word *duha* has been used in contrast to the night, it implies the day and not just forenoon.

*1 یہاں لفظ ضحٰی رات کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے اس لیے اِس سے مراد روزِ روشن ہے۔ اِس کی نظیر سورۂ اَعراف کی یہ آیات ہیں۔ اَفَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا بَيَاتًا وَّهُمۡ نَآئِمُوۡنَ، اَوَاَمِنَ اَهۡلُ الۡقُرٰٓى اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ بَاۡسُنَا ضُحًى وَّهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَ (۹۷-۹۸) "کیا بستیوں کے لوگ اِس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کو آجائے جبکہ وہ سو رہے ہوں؟ اور کیا بستیوں کے لوگ اِس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دہاڑے آجائے جبکہ وہ کھیل رہے ہوں؟" اِن آیات میں بھی چونکہ ضحٰی کا لفظ رات کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے اس لیے اس سے مراد چاشت کا وقت نہیں بلکہ دن ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 2. And the night when it covers with darkness. *2 | اور رات کی جب وہ چھا جائے۔ *2 | وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ ﴿۲﴾ |

*2 The word *saja* in the original does not only signify the spreading of darkness but it also contains the meaning of stillness and peace that prevails at night. This quality of night deeply relates to the theme that follows.

*2 اصل میں رات کے لیے لفظ سجٰی استعمال ہوا ہے جس میں صرف تاریکی چھا جانے ہی کا نہیں بلکہ سکوت اور سکون طاری ہو جانے کا مفہوم بھی شامل ہے۔ رات کی اِس صفت کا اُس مضمون سے گہرا تعلق

ہے جو آگے بیان ہو رہا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 3. Has not forsaken you (O prophet), your Lord nor is He displeased. *3 | نہ چھوڑا تمکو (اے نبی ﷺ) تمہارے رب نے اور نہ ناراض ہوا *3 ۔ | مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝٣ |

*3 Traditions show that revelations to the Prophet (peace be upon him) had remained suspended for some period of time. Different traditions have mentioned different durations of this period. Ibn Juraij has mentioned it to be 12 days, Kalbi 15 days, Ibn Abbas 25 days, and Suddi and Muqatil have stated that it extended to 40 days. In any case the period was so long that it made the Prophet (peace be upon him) sorrowful, and the opponents also had the opportunity to taunt him. For whenever a new Surah came down, the Prophet (peace be upon him) would recite it before the people. Therefore, when he did not recite any new revelation to them for quite some days, the opponents thought that the fountainhead from where the revelation came, had dried up. Jundub bin Abdullah al-Bajali has related that when Angel Gabriel stopped coming, the pagans started saying that Muhammad (peace be upon him) had been forsaken by his Lord. (Ibn Jarir, Tabarani, Abd bin Humaid, Saeed bin Mansur, Ibn Marduyah). Other traditions show that Umm Jamil, wife of Abu Lahab, who was an aunt of the Prophet (peace be upon him) and whose house adjoined his, said to him: It appears your satan has forsaken you. Aufi and Ibn Jarir have related, on the authority of Ibn Abbas, that when Gabriel did not visit him for several days, the Prophet (peace be upon him)

became anxious and distressed, and the pagans began to say that his Lord had become angry with him and had forsaken him. In the mursal traditions of Qatadah and Dahhak almost the same theme has been expressed. The Prophet's (peace be upon him) extreme grief and anguish in this condition has also been referred to in several traditions. And this was natural. The apparent indifference on the part of the beloved, the apparent deprivation of the contact with the source of power, which was his chief support, in the soul-destroying conflict between belief and unbelief, and above all, the taunts and jeers of the enemy, when all these things combined they must have caused great anguish to the Prophet (peace be upon him), and he must be thinking that because of some error that he might have committed, his Lord had become displeased with him and had forsaken and left him to fight the battle between truth and falsehood alone.

This was the state when this Surah was sent down to console the Prophet (peace be upon him). In it, swearing an oath by the light of the day and the peacefulness of the night, he has been told: Your Lord has neither forsaken you, nor is He displeased with you. The relevance of the oath by these two things to the theme is: Just as brightening up of the day and spreading of the night with darkness and stillness is not for the reason that Allah is pleased with the people during the day and displeased with them during the night but both states are based on supreme wisdom and expedience, so sending down of revelation to you at one-time and suspending it at another time is also based on

**wisdom and expedience; it has nothing to do with Allah's being pleased with you when He sends down revelation and his being displeased with you when He suspends it. Besides, another relevance of the oath to the subject is that if man is constantly exposed to the light of days it wearies him; so, it is necessary that night should fall after the day has remained bright for a certain period so that man may have rest and peace in it. Likewise, if you are constantly exposed to the light of revelation, your nerves would not stand it. Therefore, *fatrah* (break or gap in the revelation) has also been provided by Allah on account of expedience so that the effects of the strain of revelation that you have to bear passes away and complete peace is restored to you. In other words, rising of the sun of revelation is analogous to the bright day and the period of the *fatrah* to the stillness and peace of the night.**

*3 روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول بند رہا تھا۔ مختلف روایات میں یہ مدّت مختلف بیان کی گئی ہے۔ ابن جرَیج نے ۱۲ روز، کلبی نے ۱۵ روز، ابن عباسؓ نے ۲۵ روز، سدی اور مقاتل نے ۴۰ روز اس کی مدّت بیان کی ہے۔ بہرحال یہ زمانہ اِتنا طویل تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اِس پر سخت غمگین ہوگئے تھے اور مخالفین بھی آپ کو طعنے دینے لگے تھے، کیونکہ حضورؐ پر جو نئی سورت نازل ہوتی تھی اسے آپؐ لوگوں کو سنایا کرتے تھے، اس لیے جب اچھی خاصی مدت تک آپؐ نے کوئی نئی وحی لوگوں کو نہیں سنائی تو مخالفین نے سمجھ لیا کہ وہ سرچشمہ بند ہوگیا ہے جہاں سے یہ کلام آتا تھا۔ جندُب بن عبداللہ البجلی کی روایت ہے کہ جب جبریل علیہ السلام کے آنے کا سلسلہ رک گیا تو مشرکین نے کہنا شروع کر دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اُن کے ربّ نے چھوڑ دیا ہے (ابن جریر، طبرانی، عبد بن حمید، سعید بن منصور، ابن مردُویہ)۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب کی بیوی امّ جمیل نے، جو

حضورؐ کی چچی ہوتی تھی اور جس کا گھر حضورؐ کے مکان سے متصل تھا، آپ سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے"۔ عوفی اور ابن جریر نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ کئی روز تک جبریل کی آمد رُک جانے سے حضورؐ پریشان ہو گئے اور مشرکین کہنے لگے کہ ان کا رب ان سے ناراض ہو گیا ہے اور اس نے انہیں چھوڑ دیا ہے ۔ قتادہ اور ضحاک کی مرسل روایات میں بھی قریب قریب یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ اِس صورت حال میں حضورؐ کے شدید رنج و غم کا حال بھی متعدد روایات میں آیا ہے ۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ محبوب کی طرف سے بظاہر عدمِ التفات، کفر و ایمان کے درمیان جنگ چھڑ جانے کے بعد اُسی ذریعۂ طاقت سے بظاہر محرومی جو اس جاں گسل کشمکش کے منجدھار میں آپؐ کے لیے واحد سہارا تھا، اور اُس پر مزید دشمنوں کی شماتت، یہ ساری چیزیں مل جل کر لا محالہ حضورؐ کے لیے سخت پریشانی کا موجب ہو رہی ہوں گی اور آپؐ کو بار بار یہ شبہ گزرتا ہو گا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا ہے کہ میرا ربّ مجھ سے ناراض ہو گیا ہو اور اس نے مجھے حق و باطل کی اِس لڑائی میں تنہا چھوڑ دیا ہو۔

اِسی کیفیت میں یہ سورہ حضورؐ کو تسلی دینے کے لیے نازل ہوئی۔ اِس میں دن کی روشنی اور رات کے سکون کی قسم کھا کر حضورؐ سے فرمایا گیا کہ تمہارے ربّ نے نہ تمہیں چھوڑ دیا ہے اور نہ وہ تم سے ناراض ہوا ہے۔ اِس بات پر ان دونوں چیزوں کی قسم جس مناسبت سے کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح دن کا روشن ہونا اور رات کا تاریکی اور سکون لیے ہوئے چھا جانا کچھ اِس بنا پر نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ دن کے وقت لوگوں سے خوش اور رات کے وقت اُن سے ناراض ہو جاتا ہے، بلکہ یہ دونوں حالتیں ایک عظیم حکمت و مصلحت کے تحت طاری ہوتی ہیں، اُسی طرح تم پر کبھی وحی بھیجنا اور کبھی اُس کو روک لینا بھی حکمت و مصلحت کی بنا پر ہے، اِس کو کوئی تعلق اِس بات سے نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو تو وحی بھیجے، اور جب وہ وحی نہ بھیجے تو اس کے معنی یہ ہوں کہ وہ تم سے ناخوش ہے اور اس نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری مناسبت اِس مضمون سے اِس قسم کی یہ ہے کہ جس طرح دن کی روشنی اگر مسلسل آدمی پر طاری رہے تو وہ اسے تھکا دے، اس لیے ایک وقتِ خاص تک دن کے روشن رہنے کے بعد رات کا آنا ضروری ہے تاکہ اس میں انسان کو سکون ملے، اُسی طرح وحی کی روشنی اگر تم پر پے درپے پڑتی رہے تو تمہارے

اعصاب اس کو برداشت نہ کر سکیں گے ، اس لیے کبھی نزول وحی کا سلسلہ رک جانے کا ایک زمانہ فَتْرَۃ بھی اللہ تعالیٰ نے مصلحت کی بنا پر رکھا ہے تاکہ وحی کے نزول سے جو بار تم پر پڑتا ہے اس کے اثرات زائل ہو جائیں اور تمہیں سکون حاصل ہو جائے۔ گویا آفتابِ وحی کا طلوع بمنزلۂ روز روشن ہے اور زمانۂ فَتْرَۃ بمنزلۂ سکونِ شب ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴿٤﴾ | اور بیشک آخرت بہتر ہے تمہارے لئے دنیا سے۔ *4 | 4. And indeed the Hereafter is better for you than the world. *4 |

*4 This good news was given by Allah to the Prophet (peace be upon him) in a state when he had only a handful of Muslims with him, the entire nation was hostile and there was not even a remote chance of success. The candle of Islam was flickering only in Makkah and storms were brewing all around to blow it out. At that juncture Allah said to His Prophet (peace be upon him): Do not at all grieve at the hardships of the initial stage, every later period of life will be better for you than the former period. Your power and glory, your honor and prestige will go on enhancing and your influence will go on spreading. This promise is not only confined to the world, but it also includes the promise that the rank and position you will be granted in the Hereafter will be far higher and nobler than the rank and position you attain in the world. Tabarani in Awsat and Baihaqi in Ad-Dalail have related on the authority of Ibn Abbas that the Prophet (peace be upon him) said: All the victories which would be attained by my Ummah after me, were presented before me. This pleased me much. Then, Allah sent down this Word, saying: The

Hereafter is far better for you than the world.

*4 یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دی تھی جبکہ چند مٹھی بھر آدمی آپؐ کے ساتھ تھے، ساری قوم آپؐ کی مخالف تھی، بظاہر کامیابی کے آثار دُور دُور کہیں نظر نہ آتے تھے۔ اسلام کی شمع مکہ ہی میں ٹمٹا رہی تھی اور اسے بجھا دینے کے لیے ہر طرف طوفان اٹھ رہے تھے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ ابتدائی دور کی مشکلات سے آپ ذرا پریشان نہ ہوں۔ ہر بعد کا دور پہلے دور سے آپ کے لیے بہتر ثابت ہوگا۔ آپ کی قوت، آپ کی عزت و شوکت اور آپ کی قدر و منزلت برابر بڑھتی چلی جائے گی اور آپ کا نفوذ و اثر پھیلتا چلا جائے گا۔ پھر یہ وعدہ صرف دنیا ہی تک محدود نہیں ہے، اِس میں یہ وعدہ بھی شامل ہے کہ آخرت میں جو مرتبہ آپ کو ملے گا وہ اُس مرتبے سے بھی بدرجہا بڑھ کر ہوگا جو دنیا میں آپ کو حاصل ہوگا۔ طبرانی نے اَوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "میرے سامنے وہ تمام فتوحات پیش کی گئیں جو میرے بعد میری امت کو حاصل ہونے والی ہیں۔ اِس پر مجھے بڑی خوشی ہوئی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نازل فرمایا کہ آخرت تمہارے لیے دنیا سے بھی بہتر ہے"۔

| | | |
|---|---|---|
| وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ ﴿۵﴾ | اور عنقریب عطا فرمائے گا تمکو تمہارا رب (بہت) تو تم خوش ہو جاؤ گے۔ *5 | 5. And soon shall give you your Lord (much) so you shall be well pleased. *5 |

*5 That is, although it will take some time, yet the time is not far when your Lord will bless you with so much that you will be well pleased. This promise was fulfilled during the lifetime of the Prophet (peace be upon him) and all Arabia, from the southern coasts to the Syrian frontiers of the Byzantine empire and the Iraqi frontiers of the Persian empire in the north, and from the Persian Gulf in the east to the Red Sea in the west, came under his control. For the

**first time in the history of Arabia this land became subject to one law and rule. Whichever power clashed with it was doomed to destruction. The slogan *La-ilaha-illallah-u Muhammad-ur-Rasul-Allah* reverberated throughout the land where the polytheists and the followers of the earlier scriptures had tried their utmost to keep their false creeds and slogans aloft till the last. The people not only bowed their heads in obedience, their hearts were also conquered and their beliefs, morals and acts were revolutionized. There is no precedent in human history that nation sunk in paganism might have completely changed in only 23 years. Then the movement started by the Prophet (peace be upon him) gathered such power that it spread over a larger part of Asia, Africa and Europe and its influence reached every nook and corner of the world. This much Allah gave His Messenger (peace be upon him) in the world, the glory and extent of what He will give him in the Hereafter cannot be imagined. (Also see E.N. 112 of Surah TaHa).**

5* یعنی اگرچہ دینے میں کچھ دیر لگے گی، لیکن وہ وقت دُور نہیں ہے جب تم پر تمہارے ربّ کی عطا و بخشش کی وہ بارش ہوگی کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ یہ وعدہ حضورؐ کی زندگی ہی میں اِس طرح پورا ہوا کہ سارا ملکِ عرب جنوب کے سواحل سے لے کر شمال میں سلطنت روم کی شامی اور سلطنتِ فارس کی عراقی سرحدوں تک، اور مشرق میں خلیجِ فارس سے لے کر مغرب میں بحر احمر تک آپؐ کے زیرِ نگیں ہو گیا، عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ سرزمین ایک قانون اور ضابطہ کی تابع ہو گئی، جو طاقت بھی اِس سے ٹکرائی وہ پاش پاش ہو کر رہ گئی، کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ سے وہ پورا ملک گونج اٹھا جس میں مشرکین اور اہلِ کتاب اپنے جھوٹے کلمے بلند رکھنے کے لیے آخری دم تک ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، لوگوں کے صرف سر ہی اطاعت میں نہیں جھک گئے بلکہ ان کے دل بھی مسخر ہو گئے اور عقائد، اخلاق اور اعمال میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔

پوری انسانی تاریخ میں اِس کی نظیر نہیں ملتی کہ ایک جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم صرف ۲۳ سال کے اندر اتنی بدل گئی ہو۔ اِس کے بعد حضورؐ کی برپا کی ہوئی تحریک اِس طاقت کے ساتھ اُٹھی کہ ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے ایک بڑے حصے پر وہ چھا گئی اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس کے اثرات پھیل گئے۔ یہ کچھ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو دنیا میں دیا، اور آخرت میں جو کچھ دے گا اس کی عظمت کا تصوّر بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ (نیز دیکھو جلد سوم، طٰہٰ، حاشیہ ۱۱۲)۔

| | | |
|---|---|---|
| 6. Did He not find you an orphan, then He sheltered (you). *6 | کیا نہیں پایا اس نے تمہیں یتیم پھر ٹھکانہ دیا (تمہیں)۔ *6 | اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ۖ ﴿۶﴾ |

*6 That is, there can be no question of forsaking you and being displeased with you. We have, in fact, been good to you ever since the time you were born as an orphan. The Prophet's (peace be upon him) father passed away three months before his birth; thus he was an orphan at birth. But Allah did not leave him without support even for a day. Up to six years of age his mother nourished and looked after him. After her death, his grandfather took him and brought him up with great love. He would proudly tell the people: My this son has a great future. When he died, his uncle, Abu Talib, became his guardian and treated him with such rare love that no father could treat his son better. So much so that when after his proclamation to be a Prophet the entire nation turned hostile, Abu Talib alone stood firm as his chief supporter for as long as ten years.

*6 یعنی تمہیں چھوڑ دینے اور تم سے ناراض ہو جانے کا کیا سوال، ہم تو اُس وقت سے تم پر مہربان ہیں جب تم یتیم پیدا ہوئے تھے۔ حضورؐ ابھی بطن مادر ہی میں چھ مہینے کے تھے جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا

اس لیے آپ دنیا میں یتیم ہی کی حیثیت سے تشریف لائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک دن بھی آپ کو بے سہارا نہ چھوڑا۔ چھ سال کی عمر تک والدہ ماجدہ آپ کی پرورش کرتی رہیں۔ ان کی شفقت سے محروم ہوئے تو ۸ سال کی عمر تک آپ کے جدِامجد نے آپ کو اس طرح پالا کہ ان کو نہ صرف آپ سے غیر معمولی محبت تھی بلکہ اُن کو آپ پر فخر تھا اور وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا ایک دن دنیا میں بڑا نام پیدا کرے گا۔ اُن کا بھی انتقال ہوگیا تو آپ کے حقیقی چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت اپنے ذمے لی اور آپ کے ساتھ ایسی محبت کا برتاؤ کیا کہ کوئی باپ بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ نبوت کے بعد جب ساری قوم آپ کی دشمن ہوگئی تھی اس وقت دس سال تک وہی آپ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 7. And He found you lost, then He guided. *7 | اور پایا تمہیں ناواقف راہ تو راہ دکھائی۔ *7 | وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝٧ |

*7 The word *daallan* as used in the original is derived from *dalalat*, which has several meanings in Arabic. Its one meaning is to be lost in error and deviation; another, to be unaware of the way and to be bewildered at the crossroads as to which way one should choose; still another meaning is of being lost and astray. The tree also is *daallah* which stands alone and lonely in the desert; the word *dalal* is also used for a thing which is wasting in unfavorable and uncongenial condition and climate, and also for heedlessness, of which there is an example in the Quran itself: *La yadillu Rabbi wa la yansa*, My Lord is neither heedless nor He forgets. (Surah TaHa, Ayat 52). Out of these different meanings. The first meaning does not apply here, for in the historical accounts of the Prophet’s (peace be upon him) life, from childhood till just before Prophethood, there is no trace that he ever might have been

**involved in idolatry, polytheism or atheism, or in any of the acts, customs and practices of paganism prevalent among his people. Therefore, inevitably *wa-wa-jadaka-daallan* cannot mean that Allah had found him erring and astray in respect of creed or deed. The other meanings, however, can be applicable here in one or other aspect, and possibly all are applicable in their own particular aspect. Before Prophethood the Prophet (peace be upon him) was certainly a believer in the existence of Allah and His Unity, and his life was free from sin and reflected excellent morals, yet he was unaware of true faith, its principles and injunctions, as it has been pointed out in the Quran: You did not know at all what was the Book and what was the faith. (SUrah Ash-Shura, Ayat 52). This verse may also mean that the Prophet (peace be upon him) was lost in a society, engrossed in ignorance, and his personality as a guide and leader was not in anyway prominent before Prophethood. It may as well mean that in the desert of ignorance, he was standing like a lonely tree, which had the capability to bear fruit and turn the whole desert into a garden, but this capability was not being put to any use before Prophethood. It may also imply that the extraordinary powers, that Allah had blessed him with, were going waste in the unfavorable environment of ignorance. *Dalal* can also be taken in the meaning of heedlessness, so as to say: You were heedless of the truth and signs of which Allah made you aware after Prophethood. This thing also has been referred to in the Quran itself: Though before this you were utterly unaware**

**of this truth. (Surah Yusuf, Ayat 3). (Also see Surah Al-Baqarah, Ayat 282; Surah Ash-Shuara, Ayat 20).**

7* اصل میں لفظ ضَآلًّا استعمال ہوا ہے جو ضلالت سے ہے ۔ عربی زبان میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ اِس کے ایک معنی گمراہی کے ہیں ۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص راستہ نہ جانتا ہو اور ایک جگہ حیران کھڑا ہو کے مختلف راستے جو سامنے ہیں ان میں سے کدھر جاؤں۔ ایک اور معنی کھوئے ہوئے کے ہیں، چنانچہ عربی محاورے میں کہتے ہیں ضَلَّ المَآ فِی اللَّبَنِ، پانی دودھ میں گم ہوگیا۔ اُس درخت کو بھی عربی میں ضَالّہ کہتے ہیں جو صحرا میں اکیلا کھڑا ہو اور آس پاس کوئی دوسرا درخت نہ ہو۔ ضائع ہونے کے لیے بھی ضلال کا لفظ بولا جاتا ہے، مثلاً کوئی چیز نا مواقف اور ناساز گار حالات میں ضائع ہو رہی ہو۔ غفلت کے لیے بھی ضلال کا لفظ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ خود قرآن مجید میں اِس کی مثال موجود ہے کہ لَا یَضِلُّ رَبِّیۡ وَلَا یَنۡسَی، (طٰہٰ۔ ۵۲)۔ "میرا ربّ نہ غافل ہوتا ہے نہ بھولتا ہے۔" اِن مختلف معنوں میں سے پہلے معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے، کیونکہ بچپن سے قبلِ نبوّت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حالات تاریخ میں موجود ہیں ان میں کہیں اِس بات کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا کہ آپؐ کبھی بت پرستی، شرک یا دُہریت میں مبتلا ہوئے ہوں، یا جاہلیت کے جو اعمال، رسم اور طور طریقے آپؐ کی قوم میں پائے جاتے تھے ان میں سے کسی میں آپؐ ملوث ہوئے ہوں۔ اِس لیے لا محالہ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عقیدے یا عمل کے لحاظ سے گمراہ پایا تھا۔ البتہ باقی معنی کسی نہ کسی طور پر یہاں مراد ہو سکتے ہیں، بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ایک اعتبار سے سب مراد ہوں۔ نبوّت سے پہلے حضورؐ اللہ کی ہستی اور اُس کی وحدانیت کے قائل تو ضرور تھے، اور آپؐ کی زندگی گناہوں سے پاک اور فضائل اخلاق سے آراستہ بھی تھی، لیکن آپؐ کو دینِ حق اور اس کے اُصول اور احکام کا علم نہ تھا، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے مَا کُنۡتَ تَدۡرِیۡ مَا الۡکِتٰبُ وَلَا الۡاِیۡمَانُ (الشوریٰ، آیت ۵۲)۔ "تم نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ ایمان کی تمہیں کوئی خبر تھی"۔ یہ معنی بھی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ حضورؐ ایک جاہلی معاشرے میں گم ہو کر رہ گئے تھے اور ایک ھادی و رہبر ہونے کی حیثیت سے آپؐ کی شخصیت نبوت سے پہلے نمایاں نہیں ہو رہی تھی۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا

ہے کہ جاہلیت کے صحراء میں آپؐ ایک اکیلے درخت کی حیثیت سے کھڑے تھے جس میں پھل لانے اور
ایک پورا باغ کا باغ پیدا کر دینے کی صلاحیت تھی مگر نبوت سے پہلے یہ صلاحیت کام نہیں آ رہی تھی۔ یہ
مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو غیر معمولی قوتیں آپؐ کو عطا کی تھیں وہ جاہلیت کے ناسازگار ماحول
میں ضائع ہو رہی تھیں ۔ ضلال کو غفلت کے معنیٰ میں بھی لیا جا سکتا ہے ، یعنی آپؐ اُن حقائق اور علوم
سے غافل تھے جن سے نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آگاہ فرمایا۔ یہ بات خود قرآن میں بھی ایک جگہ
ارشاد ہوئی ہے: وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ (یوسف ۳) ” اور اگرچہ تم اِس سے پہلے اِن باتوں سے غافل
تھے ۔“(نیز ملاحظہ ہو البقرہ آیت ۲۸۲، اور الشعراء آیت ۲۰)۔

| | | |
|---|---|---|
| 8. And He found you poor, then He enriched.*8 | اور پایا تمہیں تنگدست تو غنی کر دیا۔ *8 | وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰى ؕ ﴿۸﴾ |

*8 The Prophet’s (peace be upon him) father had left only a she-camel and a slave-girl in heritage for him; so he started his life in a state of poverty. Then a time came when the wealthiest lady among the Quraish, Khadijah, first made him her partner in trade, then married him, and he took charge of all her trade and business. Thus, he not only became wealthy but his riches in no way were dependent on the resources of his wife; his own hard work and ability had gone a long way towards promoting her trade and commerce.

*8 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے والد ماجد نے میراث میں صرف ایک اونٹنی اور ایک لونڈی
چھوڑی تھی۔ اس طرح آپ کی زندگی کی ابتداء افلاس کی حالت میں ہوئی تھی۔ پھر ایک وقت آیا کہ قریش کی
سب سے زیادہ مالدار خاتون حضرت خدیجہؓ نے پہلے تجارت میں آپؐ کو اپنے ساتھ شریک کیا، اس کے بعد
انہوں نے آپؐ سے شادی کر لی اور ان کے تمام تجارتی کاروبار کو آپؐ نے سنبھال لیا۔ اِس طرح آپؐ نہ

صرف یہ کہ مال دار ہوگئے، بلکہ آپ ﷺ کی مالداری اِس نوعیت کی نہ تھی کہ محض بیوی کے مال پر آپ ﷺ کا انحصار ہو۔ اُن کی تجارت کو فروغ دینے میں آپ ﷺ کی اپنی محنت و قابلیت کا بڑا حصہ تھا۔

| | | |
|---|---|---|
| 9. So as for the orphan, so do not oppress. *9 | پس یہ کہ جو ہوا یتیم تو نہ سختی کرنا۔ *9 | فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡؕ ﴿۹﴾ |

*9 That is, as you yourself have been an orphan and Allah graced you with the bounty that he made the best possible arrangements to help you in that state, therefore, in gratitude you should see that no orphan is treated unjustly and harshly.

*9 یعنی تم چونکہ خود یتیم رہ چکے ہو، اور اللہ نے تم پر یہ فضل فرمایا کہ یتیمی کی حالت میں بہترین طریقے سے تمہاری دستگیری کی، اس لیے اس کا شکرانہ یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ سے کبھی کسی یتیم پر ظلم اور زیادتی نہ ہونے پائے۔

| | | |
|---|---|---|
| 10. And as for the beggar, so do not repel. *10 | اور یہ کہ جو ہوا مانگنے والا تو نہ جھڑکی دینا۔ *10 | وَاَمَّا السَّآٮِٕلَ فَلَا تَنۡهَرۡؕ ﴿۱۰﴾ |

*10 It has two meanings. If *saail* is taken in the sense of a needy person, who asks for help, it would mean that if you can, you should help him. If you cannot, you should excuse yourself politely, but should never scold him. In this sense the instruction corresponds to Allah's this favor: You were poor, then Allah enriched you. And if *saail* is taken in the sense of the one who inquires, i.e. asks for enlightenment on a religious matter or injunction, it would mean that even if such a person be extremely ignorant and ill-mannered and might put the question, or present his problem, impolitely,

you should in any case answer him politely and kindly, and should not turn him away like the rude people proud of their knowledge. In this meaning, the instruction corresponds to Allah's this favor: You were unaware of the way, then He guided you. Abu Darda, Hasan Basri, Sufyan Thauri and some other scholars have preferred this second meaning, for in view of the order and sequence this instruction corresponds to: *wa-wa-jadaka daalllan fa hada*.

*10 اس کے دو معنی ہیں۔ اگر سائل کو مدد مانگنے والے حاجت مند کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی مدد کر سکتے ہو تو کر دو، نہ کر سکتے ہو تو نرمی کے ساتھ معذرت کر دو، مگر بہر حال اُسے جھڑکو نہیں۔ اِس معنی کے لحاظ سے یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے جواب میں ہے کہ "تم نادار تھے پھر اُس نے تمہیں مالدار کر دیا۔" اور اگر سائل کو پوچھنے والے، یعنی دین کا کوئی مسئلہ یا حکم دریافت کرنے والے کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص خواہ کیسا ہی جاہل اور اُجڈ ہو، اور بظاہر خواہ کتنا ہی نا معقول طریقے سے سوال کرے یا اپنے ذہن کی اُلجھن پیش کرے، بہر حال شفقت کے ساتھ اُسے جواب دو اور علم کا زعم رکھنے والے بد مزاج لوگوں کی طرح اُسے جھڑک کر دُور نہ بھگا دو۔ اِس معنی کے لحاظ سے اس ارشاد پر حضرت ابو الدّرداءؓ، حسن بصریؒ، سفیانؒ ثوری اور بعض دوسرے بزرگوں نے اِسی دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے کیونکہ ترتیبِ کلام کے لحاظ سے یہ ارشاد وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے جواب میں آتا ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| 11. And as for the bounty of your lord so do proclaim. *11 | اور یہ کہ جو نعمت ہے تیرے رب کی تو بیان کرتے رہنا۔ *11 | وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾ |

*11 The word *nimat* (bounty) is general, which also implies those bounties, which Allah had bestowed on His Messenger (peace be upon him) until the revelation of this Surah as well as those which He bestowed on him afterwards according to the promise made in this Surah,

**which He fulfilled completely. Then, it is enjoined: O Prophet, mention and proclaim every bounty that Allah has favored you with. Now, obviously, there can be different forms and ways of mentioning and proclaiming the bounties and every bounty, in view of its nature, requires a special form of its mention and proclamation. As a whole, the way of proclaiming the bounties is that Allah be thanked with the tongue and the truth be acknowledged that all the bounties received are only due to His grace and favor and none is the result of any personal excellence and merit on his part. The blessing of Prophethood can be proclaimed by preaching and conveying its message in the best way possible. The blessing of the Quran can be proclaimed by publicizing it widely and impressing its teachings on the people's minds as far as one can. The blessing of Allah's guidance can be proclaimed by showing the right way to the people who are gone astray and by enduring patiently all the bitterness and hardship of the way. The favor that Allah has done of helping during orphan-hood, demands that the orphans be treated well. The favor that Allah did of enriching after poverty requires that Allah's needy servants be helped and supported. In short, this is a very comprehensive instruction which Allah gave to His Messenger (peace be upon him) in this brief sentence after having described His bounties and blessings.**

11* نعمت کا لفظ عام ہے جس سے مراد وہ نعمتیں بھی ہیں جو اس سورہ کے نزول کے وقت تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ پاک کو عطا فرمائی تھیں ، اور وہ نعمتیں بھی جو بعد میں اُس نے اپنے اُن وعدوں کے مطابق آپ کو عطا کیں جو اِس سورہ میں اُس نے کیے تھے اور جن کو اُس نے بدرجۂ اَتم پورا کیا۔ پھر حکم یہ ہے

کہ اے نبی، ہر نعمت جو اللہ نے تم کو دی ہے اُس کا ذکر اور اُس کا اظہار کرو۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ نعمتوں کے ذکر اور اظہار کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں اور ہر نعمت اپنی نوعیت کے لحاظ سے اظہار کی ایک خاص صورت چاہتی ہے۔ مجموعی طور پر تمام نعمتوں کے اظہار کی صورت یہ ہے کہ زبان سے اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور اس بات کا اقرار واعتراف کیا جائے کہ جو نعمتیں بھی مجھے حاصل ہیں یہ سب اللہ کا فضل واحسان ہیں ورنہ کوئی چیز بھی میرے کسی ذاتی کمال کا نتیجہ نہیں ہے۔ نعمتِ نبوت کا اظہار اس طریقہ سے ہو سکتا ہے کہ دعوت وتبلیغ کا حق ادا کیا جائے۔ نعمتِ قرآن کے اظہار کی صورت یہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ اُس کی اشاعت کی جائے اور اس کی تعلیمات لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں۔ نعمتِ ہدایت کا اظہار اِس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو سیدھا راستہ بتایا جائے اور اس کام کی ساری تلخیوں اور ترشیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے۔ یتیمی میں دستگیری کا جو احسان اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ یتیموں کے ساتھ ویسے ہی احسان کا سلوک کیا جائے۔ نادار سے مالدار بنا دینے کا جو احسان اللہ نے کیا اُس کا اظہار یہی صورت چاہتا ہے کہ اللہ کے محتاج بندوں کی مدد کی جائے۔ غرض یہ ایک بڑی جامع ہدایت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات واحسانات بیان کرنے کے بعد اِس مختصر سے فقرے میں اپنے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔